ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

USMAN NOTES
www.usmannotes.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 413

Program: B.A

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: عمرانیات II(413) • سطح: بی۔اے۔(بیچلر)

سمسٹر: خزاں2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5تا9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر (بی۔اے۔): 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ و حوالہ کے لیے)

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی متعلقہ اکائیاں بغور پڑھیں اور جوابات اپنے الفاظ میں تحریر کریں، تاکہ ان کی اپنی سمجھ بوجھ اور تحریری صلاحیت نکھرے۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com

سوال نمبر 1: کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی اہمیت اور ترقیاتی منصوبوں کی کامیابی کے عوامل (20 نمبر)

سوال نمبر 1: کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی اہمیت بیان کریں اور وضاحت کریں کہ مقامی سطح پر ترقیاتی منصوبوں کی کامیابی کن عوامل پر منحصر ہوتی ہے۔(20)

تعارف

ترقی کا اصل مفہوم صرف سڑکوں، عمارتوں اور مشینوں کا اضافہ نہیں بلکہ انسانوں کی زندگی میں بہتری ہے، اور یہ بہتری اس وقت تک پائیدار نہیں ہوتی جب تک خود وہ لوگ اس عمل میں شریک نہ ہوں جن کے لیے ترقی کی جا رہی ہے۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ یعنی برادری یا مقامی آبادی کی ترقی اسی سوچ کا نام ہے۔ اس میں مقامی لوگ اپنی ضروریات خود شناخت کرتے ہیں، منصوبہ بندی میں حصہ لیتے ہیں، اپنے وسائل، محنت اور مہارت کو استعمال کرتے ہیں اور بیرونی اداروں کی مدد کو اپنی کوشش کا سہارا بناتے ہیں، اس کا مالک نہیں بننے دیتے۔ پاکستان جیسے ملک میں جہاں وسائل محدود اور مسائل بے شمار ہیں، چھوٹے پیمانے کی مقامی ترقی ہی بڑی تبدیلی کی بنیاد رکھ سکتی ہے۔ ذیل میں پہلے کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی اہمیت بیان کی جائے گی اور پھر ان عوامل کی وضاحت کی جائے گی جن پر مقامی ترقیاتی منصوبوں کی کامیابی منحصر ہوتی ہے۔

کمیونٹی ڈویلپمنٹ سے مراد

کمیونٹی سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایک ہی علاقے میں رہتے ہوئے مشترکہ مفادات، مسائل اور سماجی رشتوں میں بندھے ہوں، مثلاً ایک گاؤں، محلہ یا بستی۔ کمیونٹی ڈویلپمنٹ سے مراد وہ منظم عمل ہے جس میں برادری کے افراد اپنی سماجی، معاشی اور ماحولیاتی حالت بہتر بنانے کے لیے باہمی تعاون سے کام کرتے ہیں۔ اس عمل کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں: ضروریات کا تعین خود برادری کرتی ہے؛ فیصلوں میں ہر طبقے، خاص طور پر غریب اور پسماندہ گروہوں کی آواز شامل ہوتی ہے؛ مقامی وسائل اور مقامی قیادت کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے؛ اور بیرونی مدد، چاہے حکومت کی ہو یا کسی تنظیم کی، برادری کی صلاحیت بڑھانے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ یوں کمیونٹی ڈویلپمنٹ امداد تقسیم کرنے سے بالکل مختلف چیز ہے؛ اس کا مقصد احسان کرنا نہیں بلکہ لوگوں کو خود اپنے مسائل حل کرنے کے قابل بنانا ہے۔

کمیونٹی ڈویلپمنٹ کی اہمیت

اس کی پہلی اہمیت یہ ہے کہ یہ لوگوں میں خود انحصاری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہے۔ جو برادری ہر کام کے لیے باہر کی طرف دیکھتی رہتی ہے وہ آہستہ آہستہ بے بسی کا شکار ہو جاتی ہے، مگر جب وہی برادری اپنا کنواں، اسکول کی عمارت یا نکاسی کا نظام خود بنا لیتی ہے تو اس کا اعتماد بحال ہوتا ہے اور وہ اگلے بڑے کام کے لیے بھی تیار ہو جاتی ہے۔ دوسری اہمیت پائیداری ہے: باہر سے بنا کر دیا گیا منصوبہ اکثر مرمت اور دیکھ بھال کے بغیر چند سال میں تباہ ہو جاتا ہے، جبکہ جس منصوبے میں لوگوں کی محنت اور پیسہ شامل ہو، اس کی حفاظت وہ اپنی چیز سمجھ کر کرتے ہیں۔ تیسری اہمیت یہ ہے کہ مقامی لوگ اپنی ضروریات اور ترجیحات کو باہر کے ماہرین سے بہتر جانتے ہیں، اس لیے منصوبے فرضی کے بجائے حقیقی ضرورت پر بنتے ہیں اور وسائل ضائع نہیں ہوتے۔

چوتھی اہمیت معاشی ہے: مقامی منصوبوں میں مقامی مزدور، مقامی مہارت اور مقامی سامان استعمال ہوتا ہے، جس سے لاگت کم آتی ہے اور روزگار بھی اسی علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔ پانچویں اہمیت سماجی ہے: مشترکہ کام مختلف خاندانوں، برادریوں اور طبقات کو قریب لاتا ہے، پرانے اختلافات کم ہوتے ہیں اور اجتماعی بھلائی کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔ چھٹا، کمیونٹی ڈویلپمنٹ جمہوری اقدار کی تربیت گاہ ہے؛ مقامی کمیٹیاں لوگوں کو فیصلہ سازی، شفافیت، حساب کتاب اور قیادت کا عملی تجربہ دیتی ہیں، جو پھر پورے نظام میں بہتری کا ذریعہ بنتا ہے۔ ساتویں، چھوٹے مقامی منصوبے ان جگہوں تک بھی پہنچ جاتے ہیں جہاں بڑے سرکاری منصوبے دیر سے یا ناکافی پہنچتے ہیں، اس لیے ترقی کی تقسیم زیادہ متوازن ہو

جاتی ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر دنیا بھر میں اور پاکستان میں آغا خان رورل سپورٹ پروگرام اور نیشنل رورل سپورٹ پروگرام جیسے اداروں نے اسی طرز کو اپنایا اور دیہی علاقوں میں اس کے نمایاں نتائج سامنے آئے۔

منصوبوں کی کامیابی کن عوامل پر منحصر ہے؟ (1) تیسری ضرورت اور شرکت

کامیابی کا پہلا عامل یہ ہے کہ منصوبہ برادری کی محسوس کردہ حقیقی ضرورت پر مبنی ہو۔ اگر باہر سے آ کر کوئی منصوبہ تھوپ دیا جائے جسے لوگ اپنے لیے ضروری ہی نہ سمجھیں تو وہ اس میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ اس سے جڑا ہوا دوسرا عامل عوامی شرکت ہے۔ شرکت سے مراد صرف افتتاح کے دن جمع ہونا نہیں بلکہ ضرورت کی شناخت، منصوبہ بندی، لاگت میں حصہ، نفاذ کی نگرانی اور بعد کی دیکھ بھال، ہر مرحلے میں شمولیت ہے۔ خاص طور پر عورتیں اور غریب طبقات کی شرکت ضروری ہے، کیونکہ اکثر منصوبے انہی کے لیے ہوتے ہیں مگر فیصلے انہی کو سنے بغیر ہو جاتے ہیں، مثال کے طور پر پانی کے منصوبے میں خواتین کی رائے سب سے قیمتی ہوتی ہے کیونکہ پانی بھرنے کی ذمہ داری عموماً انہی پر ہوتی ہے۔

کامیابی کے عوامل (2): قیادت، تنظیم اور تربیت

تیسرا عامل دیانت دار اور قابل مقامی قیادت ہے۔ اچھا رہنما برادری کو متحد رکھتا ہے، اختلافات کو مکالمے سے حل کرتا ہے اور خود سب سے پہلے قربانی دیتا ہے۔ چوتھا عامل مضبوط مقامی تنظیم ہے، مثلاً گاؤں کی تنظیم یا محلہ کمیٹی، جو باقاعدہ اجلاس کرے، فیصلوں کا ریکارڈ رکھے اور فنڈز کا شفاف حساب پیش کرے۔ تنظیم کے بغیر جوش و جذبہ چند دن میں سرد پڑ جاتا ہے۔ پانچواں عامل تربیت اور صلاحیت سازی ہے: حساب کتاب، تعمیراتی نگرانی، حفظانِ صحت یا فنی مہارت کی تربیت کے بغیر لوگ اچھے ارادے کے باوجود غلطیاں کرتے ہیں۔ اس لیے کامیاب پروگرام منصوبے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تربیت پر بھی خرچ کرتے ہیں، تاکہ منصوبہ ختم ہونے کے بعد بھی مہارت علاقے میں باقی رہے۔

کامیابی کے عوامل (3): وسائل، ہم آہنگی اور نگرانی

چھٹا عامل وسائل کی یقینی اور مناسب فراہمی ہے، جس میں مالی وسائل کے ساتھ ساتھ انسانی محنت، زمین اور مقامی سامان بھی شامل ہے۔ اگر فنڈز رکاوٹ کے ساتھ ملیں یا لاگت کا تخمینہ غلط ہو تو منصوبہ ادھورا رہ جاتا ہے۔ ساتواں عامل متعلقہ اداروں سے ہم آہنگی ہے: مقامی حکومت، متعلقہ سرکاری محکمے اور غیر سرکاری تنظیمیں اگر ایک دوسرے سے تعاون کریں تو تکنیکی رہنمائی، قانونی منظوری اور مزید وسائل کا حصول آسان ہو جاتا ہے، اور دوہرے کام سے وسائل ضائع بھی نہیں ہوتے۔ آٹھواں عامل باقاعدہ نگرانی اور جائزہ ہے: ہر مرحلے پر یہ پرکھا جائے کہ کام معیار اور بجٹ کے مطابق ہو رہا ہے یا نہیں، اور غلطی پائی جائے تو اسی وقت اصلاح ہو۔ نواں عامل شفافیت اور جواب دہی ہے؛ جب ہر روپے کا حساب برادری کو پیش کیا جائے تو اعتماد بڑھتا ہے، بدعنوانی کے راستے بند ہوتے ہیں اور لوگ آئندہ بھی حصہ ڈالنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ آخری اور فیصلہ کن عامل تسلسل ہے، کیونکہ ترقی ایک وقتی مہم نہیں بلکہ مستقل رویہ ہے؛ منصوبے کے بعد دیکھ بھال کی ذمہ داری، مرمت کا فنڈ اور جانشین قیادت کی تیاری اسی تسلسل کو یقینی بناتی ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ کمیونٹی ڈویلپمنٹ ترقی کو باہر سے نازل ہونے والی چیز کے بجائے لوگوں کی اپنی صلاحیت، شرکت اور اتحاد کا ثمر بناتی ہے، اسی لیے اس کے نتائج نسبتاً پائیدار، کم خرچ اور سماجی طور پر مضبوط ہوتے ہیں۔ مقامی منصوبوں کی کامیابی کسی ایک وجوہ پر نہیں بلکہ عوامل کے مجموعے پر منحصر ہے: حقیقی ضرورت کی شناخت، ہر طبقے کی شرکت، دیانت دار قیادت، مضبوط تنظیم، تربیت، مناسب وسائل، اداروں کی ہم آہنگی، نگرانی، شفافیت اور تسلسل۔ جہاں یہ عوامل موجود ہوں وہاں چھوٹے منصوبے بڑی تبدیلی کی بنیاد بن جاتے ہیں، اور جہاں ان کی کمی ہو وہاں بڑی رقوم بھی دیرپا فائدہ نہیں دے پاتیں۔

سوال نمبر 2: جرم کے سماجی اسباب اور معاشرتی تبدیلی کا جرم کے تصور پر اثر (20 نمبر)

سوال نمبر 2: جرم (Crime) کے سماجی اسباب کا جائزہ لیں اور بیان کریں کہ معاشرتی تبدیلی جرم کے تصور کو کیسے متاثر کرتی ہے۔ (20)

تعارف

جرم ہر معاشرے کا پرانا اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ بظاہر جرم کسی ایک فرد کا عمل نظر آتا ہے، مگر عمرانیات ہمیں سکھاتی ہے کہ مجرم کے پیچھے اکثر وہ سماجی حالات ہوتے ہیں جن میں وہ پیدا ہوا، پلا بڑھا اور زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ معاشرے صرف مجرم نہیں بناتے بلکہ سزا کے نظام سے ان کی تعریف بھی کرتے ہیں۔ جرم کی سادہ تعریف یہ ہے کہ وہ عمل جو ملک کے قانون کی خلاف ورزی ہو اور جس پر ریاست سزا مقرر کرے۔ مگر سماجی نقطۂ نظر سے ایک عمل کا جرم بننا محض اس کی خرابی پر نہیں بلکہ اس زمانے کی اقدار، قانون سازوں کی سوچ اور سماجی حالات پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ ذیل میں پہلے جرم کے اہم سماجی اسباب کا جائزہ لیا جائے گا اور پھر یہ وضاحت کی جائے گی کہ معاشرتی تبدیلی جرم کے تصور کو کس طرح بدلتی رہتی ہے۔

جرم کے سماجی اسباب (1): معاشی حالات، خاندان اور تعلیم

جرم کے اسباب میں معاشی حالات سرِفہرست رکھے جاتے ہیں۔ غربت بذاتِ خود ہمیشہ جرم کی وجہ نہیں بنتی، کیونکہ بے شمار غریب لوگ باعزت اور قانون پسند زندگی گزارتے ہیں، مگر شدید محرومی، بے روزگاری اور آمدنی کی واضح ناہمواری ایسی مایوسی اور نسبتاً محرومی کا احساس پیدا کرتی ہے جو بعض افراد کو چوری، ڈکیتی، فراڈ یا منشیات فروشی کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ مرٹن کے کشیدگی کے نظریے کے مطابق جب معاشرہ سب کے سامنے کامیابی کے بڑے اہداف رکھ دے مگر جائز ذرائع سب کو میسر نہ ہوں تو کچھ لوگ ناجائز ذرائع اختیار کر لیتے ہیں۔ دوم، خاندان کی حالت بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ ٹوٹے ہوئے خاندان، والدین کی عدم توجہ، سخت یا متضاد تربیت، گھریلو تشدد اور خاندان میں مجرمانہ ریکارڈ بچے کی شخصیت پر گہرے اثرات ڈالتے ہیں، کیونکہ خاندان ہی پہلی تربیت گاہ ہے جہاں اصولوں کا احترام سیکھا جاتا ہے۔ سوم، تعلیم کی کمی یا تعلیمی نظام سے اخراج بھی ایک سبب ہے؛ اسکول سے بھاگنے یا نکالے جانے والے بچے جلد منفی صحبت میں پڑتے ہیں، جبکہ معیاری تعلیم نہ صرف روزگار دیتی ہے بلکہ سماجی ضبط بھی سکھاتی ہے۔

جرم کے سماجی اسباب (2): صحبت، محلہ، میڈیا اور سماجی بے ترتیبی

چوتھا سبب ساتھیوں کی صحبت اور محلے کا ماحول ہے۔ سدرلینڈ کے تفریقی صحبت کے نظریے کے مطابق مجرمانہ رویہ بھی دوسرے رویوں کی طرح سیکھا جاتا ہے؛ جو نوجوان ایسے گروہ میں شامل ہو جائے جہاں قانون شکنی کو عزت اور بہادری سمجھا جائے، وہ بھی اسی راستے پر چل سکتا ہے۔ جن علاقوں میں غربت، آبادی کی تیزی سے تبدیلی اور کمزور سماجی تنظیم ہو، وہاں سماجی بے ترتیبی پیدا ہوتی ہے اور غیر رسمی سماجی ضبط کمزور پڑ جانے سے جرائم کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ پانچواں سبب ذرائع ابلاغ اور جدید ٹیکنالوجی کا غلط استعمال

ہے؛ تشدد سے بھرپور مواد، فوری شہرت کی خواہش اور سوشل میڈیا پر نظر آنے والی آسائشات بعض نوجوانوں میں منفی خواہشات کو بھڑکاتی ہیں، اور انٹرنیٹ نے فراڈ، ہراسانی اور ڈیٹا چوری جیسے نئے مواقع بھی فراہم کر دیے ہیں۔

چھٹا سبب نشہ آور اشیا ہیں؛ منشیات کی لت فرد کو اکثر اوقات پورے کرنے کے لیے جرم پر مجبور کرتی ہے اور نشے کی تجارت خود ایک بڑا منظم جرم ہے۔ ساتواں سبب قانون نافذ کرنے والے نظام کی کمزوری ہے؛ جب پولیس کی تفتیش کمزور، مقدمات برسوں لٹکے رہیں اور بااثر مجرم سزا سے بچ جائیں تو قانون کا خوف ختم ہو جاتا ہے اور جرم کی ایک طرح سے حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ آٹھویں وجہ تیز شہری آبادکاری اور گمنام زندگی ہے، کیونکہ بڑے شہروں میں نہ محلے کی نظر رہتی ہے اور نہ بدنامی کا وہ سماجی دباؤ جو دیہات میں جرم سے روکتا ہے۔ ان تمام اسباب کا مشترکہ نکتہ یہ ہے کہ جرم زیادہ تر فردی برائی کا نہیں بلکہ ناکام سماج کاری، بگڑے حالات اور کمزور سماجی ضبط کا نتیجہ ہوتا ہے، اس لیے اس کا علاج بھی صرف سزا میں نہیں بلکہ ان حالات کی اصلاح میں ہے۔

معاشرتی تبدیلی اور جرم کا تصور

جرم کا تصور جامد نہیں؛ معاشرہ بدلتا ہے تو یہ بھی بدلتا ہے۔ پہلی تبدیلی قانون سازی کے ذریعے آتی ہے: جو عمل کل جرم تھا آج جائز ہو سکتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ مثال کے طور پر پاکستان سمیت کئی ممالک میں سائبر جرائم ماضی میں قانون کی زبان میں موجود ہی نہیں تھے، مگر انٹرنیٹ کے پھیلاؤ کے بعد ڈیجیٹل ہراسانی، جعلی اکاؤنٹس اور آن لائن فراڈ باقاعدہ جرائم قرار پائے۔ اسی طرح خواتین کو ہراساں کرنا، بچوں سے مشقت اور گھریلو تشدد جیسے اعمال جو کبھی گھر کا نجی معاملہ یا معمول سمجھے جاتے تھے، سماجی شعور اور قانون سازی کے بعد قابلِ سزا جرائم بن گئے۔ دوسری تبدیلی اقدار کی تبدیلی سے آتی ہے؛ جب معاشرے میں انسانی حقوق، صنفی مساوات اور بچوں کے تحفظ کی اقدار مضبوط ہوتی ہیں تو ان سے متعلق برتاؤ کی پیمائش سخت ہو جاتی ہے اور پرانے رواج جرم کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

تیسری تبدیلی معاشی اور تکنیکی ڈھانچے سے پیدا ہوتی ہے۔ صنعتی اور کارپوریٹ دور نے "سفید پوش جرائم" کو جنم دیا، مثلاً ٹیکس چوری، ملاوٹ، کرپشن، منی لانڈرنگ اور کمپنیوں کا فراڈ، جو گلی محلوں کے جرائم سے زیادہ بڑا معاشی نقصان پہنچاتے ہیں، مگر ان کے بارے میں سماجی رویہ دیر سے سخت ہوتا ہے۔ چوتھی تبدیلی عالمی اثرات سے آتی ہے؛ دہشت گردی، انسانی اسمگلنگ اور منشیات کی بین الاقوامی تجارت نے جرم کو قومی سرحدوں سے نکال کر عالمی مسئلہ بنا دیا، جس کے جواب میں بین الاقوامی قوانین اور تعاون کی نئی

صورتیں سامنے آئیں۔ پانچویں، سماجی تبدیلی سزا کے تصور کو بھی بدلتی ہے؛ پہلے سزا کا مقصد صرف بدلہ اور خوف تھا، آج اصلاح، بحالی اور مجرم کی دوبارہ سماج سے مطابقت کو بھی مقاصد میں شامل کیا جاتا ہے، جس کی مثالیں پروبیشن، کمیونٹی سروس اور نابالغوں کے لیے الگ نظامِ انصاف ہیں۔ تاہم ایک خطرہ بھی ہے کہ تیزی سے بدلتا معاشرہ اقدار میں غیر یقینی کیفیت، جسے ڈرخائم نے بے قاعدگی کی حالت کہا، پیدا کر دیتا ہے؛ ایسے دور میں پرانے اصول کمزور اور نئے اصول واضح نہیں ہوتے، جس سے عارضی طور پر جرائم اور خودکشی جیسی منفی شرحیں بڑھ سکتی ہیں۔

خلاصہ

مختصر یہ کہ جرم کے اسباب کی جڑیں غربت اور بے روزگاری، خاندانی بگاڑ، تعلیمی محرومی، منفی [illegible] ترتیب شہری ماحول، نشے، میڈیا کے منفی اثرات اور کمزور نظامِ انصاف میں پیوست ہیں؛ اس لیے اس سے نمٹنے کے لیے سزا کے ساتھ ساتھ ان اسباب کی اصلاح ناگزیر ہے۔ ساتھ ہی جرم کا تصور وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے: نئی ٹیکنالوجی نئے جرائم لاتی ہے، بدلتی اقدار پرانے رواجوں کو جرم قرار دیتی ہیں، اور بدلتا معاشی ڈھانچہ نئی قسم کی قانون شکنی کو جنم دیتا ہے۔ بہتر معاشرہ اس تبدیلی کو سمجھ کر قانون، تعلیم اور اصلاحی نظام کو وقتاً فوقتاً تازہ کرتا رہتا ہے، وہ جرائم پر قابو پانے میں نسبتاً زیادہ کامیاب رہتا ہے۔

سوال نمبر 3: سماجی منصوبہ بندی کے مراحل — قیادت اور وسائل کا کردار (20 نمبر)

سوال نمبر 3: سماجی منصوبہ بندی (Social Planning) کے مراحل بیان کریں اور اس کی کامیابی میں قیادت اور وسائل کے کردار کو واضح کریں۔ (20)

تعارف

جدید معاشرے کے مسائل اتنے پیچیدہ اور بڑے پیمانے کے ہیں کہ انہیں اتفاقی اور انفرادی کوششوں سے حل نہیں کیا جا سکتا۔ غربت، تعلیم، صحت، رہائش اور آبادی جیسے مسائل کے لیے سوچا سمجھا، مرحلہ وار اور وسائل سے ہم آہنگ پروگرام ضروری ہوتا ہے؛ اسی منظم عمل کو سماجی منصوبہ بندی کہتے ہیں۔ سماجی منصوبہ بندی سے مراد وہ عمل ہے جس میں معاشرے کی موجودہ حالت کا جائزہ لے کر مطلوبہ حالت کے اہداف مقرر کیے جاتے ہیں اور ان اہداف تک پہنچنے کے لیے ترجیحات، پروگرام، وسائل اور ذمہ

داریاں پہلے سے طے کی جاتی ہیں۔ یہ معاشی منصوبہ بندی سے اس لحاظ سے وسیع ہے کہ اس کی توجہ صرف آمدنی اور پیداوار پر نہیں بلکہ فلاح، انصاف اور معیارِ زندگی پر ہوتی ہے۔ ذیل میں سماجی منصوبہ بندی کے بڑے مراحل بیان کیے جائیں گے اور پھر اس کی کامیابی میں قیادت اور وسائل کے کردار کو واضح کیا جائے گا۔

مرحلہ 1: موجودہ حالت کا جائزہ اور ضرورت کی شناخت

منصوبہ بندی کا پہلا مرحلہ موجودہ سماجی حالت کا حقیقت پسندانہ جائزہ ہے۔ اس میں تحقیق اور اعداد و شمار کے ذریعے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ مسائل کیا ہیں، ان کی شدت کتنی ہے، وہ کن علاقوں اور طبقات میں زیادہ ہیں اور ان کی وجوہات کیا ہیں۔ مثلاً کسی علاقے پر تعلیمی منصوبہ بنانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسکول سے باہر بچے کتنے ہیں، کہاں ہیں اور اسکول کیوں نہیں جاتے۔ اس مرحلے میں عوامی ضرورت کو انتظامی اندازے سے الگ پرکھنا ضروری ہے، کیونکہ فرضی ضرورت پر بنایا گیا منصوبہ کاغذ پر اچھا لگتا ہے مگر میدان میں ناکام ہوتا ہے۔ بینچ مارک معلومات کے بغیر نہ اہداف درست مقرر ہوتے ہیں نہ بعد میں کامیابی ماپی جا سکتی ہے۔

مرحلہ 2: اہداف کا تعین اور ترجیحات کا انتخاب

دوسرے مرحلے میں جائزے کی روشنی میں واضح، قابلِ پیمائش اور وقت کے پابند اہداف مقرر کیے جاتے ہیں، مثلاً پانچ سال میں پرائمری داخلے کی شرح واضح حد تک بڑھانا۔ چونکہ وسائل ہمیشہ محدود اور ضرورتیں بے شمار ہوتی ہیں، اس لیے اہداف کے ساتھ ترجیحات طے کرنا بھی اسی مرحلے کا حصہ ہے۔ ترجیح کا فیصلہ مسئلے کی شدت، متاثرہ آبادی کے حجم، لاگت اور سماجی اثرات کو دیکھ کر کیا جاتا ہے۔ اہداف مختصر مدتی اور طویل مدتی دونوں طرح کے ہونے چاہئیں تاکہ فوری نتائج عوام کا اعتماد بحال رکھیں اور طویل مدتی اہداف بنیادی تبدیلی لائیں۔ اس مرحلے پر سیاسی، اخلاقی اور تکنیکی پہلوؤں میں توازن رکھنا منصوبہ ساز کی سب سے بڑی آزمائش ہوتی ہے۔

مرحلہ 3: متبادل راستوں کی تلاش اور پروگرام کی تشکیل

تیسرے مرحلے میں ہر ہدف کے حصول کے ممکنہ راستے تلاش کر کے ان میں سے مناسب ترین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ ایک ہی مسئلے کے کئی حل ہو سکتے ہیں؛ ناخواندگی کے خاتمے کے لیے نئے اسکول بھی بن سکتے ہیں، موجودہ اسکولوں میں دوسری شفٹ بھی چل سکتی ہے اور بالغان کے تعلیمی مراکز بھی قائم ہو سکتے ہیں۔ ہر متبادل کی لاگت، وقت، خطرات اور اثرات کا موازنہ کر کے ایسا پروگرام تشکیل دیا جاتا ہے جو وسائل کے اندر اور ثقافتی ماحول کے مطابق ہو۔ اس مرحلے پر ماہرین کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے بھی مشورہ

ضروری ہے جن کے لیے پروگرام بنایا جارہا ہے، کیونکہ بیرونی طور پر درست حل زمینی حقائق سے ٹکرا کر بے اثر ہو سکتا ہے۔ پروگرام کی تشکیل میں سرگرمیاں، ذمہ دار ادارے، وقت کا جدول اور بجٹ سب کچھ تحریری شکل میں واضح کیا جاتا ہے۔

مرحلہ 4: وسائل کی فراہمی اور ادارہ جاتی انتظام

چوتھے مرحلے میں منصوبے کے لیے مالی، انسانی اور مادی وسائل کا بندوبست کیا جاتا ہے اور ذمہ داریوں کی تقسیم کے لیے ادارہ جاتی ڈھانچہ قائم کیا جاتا ہے۔ کون سا محکمہ کیا کرے گا، مختلف ادارے آپس میں کیسے مربوط رہیں گے، عملہ کتنا اور کس تربیت کا ہوگا، اور فیصلے کس سطح پر ہوں گے، یہ سب اسی مرحلے میں طے ہوتا ہے۔ اکثر منصوبے اسی مرحلے کی کمزوری سے ناکام ہوتے ہیں: بجٹ منظور ہوتا ہے مگر بروقت جاری نہیں ہوتا، عہدے بنائے جاتے ہیں مگر اہل افراد تعینات نہیں ہوتے، یا ذمہ داری اتنے اداروں میں بٹ جاتی ہے کہ اصل ذمہ دار کوئی نہیں رہتا۔ اس لیے منصوبہ بندی میں ہر سرگرمی کے ساتھ اس کے وسائل اور ذمہ دار کا نام لکھنا باشعور منصوبہ سازی کی علامت ہے۔

مرحلہ 5: نفاذ یا عمل درآمد

پانچواں مرحلہ منصوبے پر عمل درآمد ہے، جہاں کاغذی خاکہ حقیقی سرگرمیوں میں بدلتا ہے۔ یہ سب سے نازک مرحلہ ہے، کیونکہ زمینی مسائل، مقامی سیاست، موسم، قیمتوں میں اتار چڑھاؤ اور عوامی ردِعمل جیسے عوامل منصوبے کو متاثر کرتے ہیں۔ کامیاب نفاذ کے لیے مرحلہ وار شیڈول، مستقل رابطہ، مسائل کا فوری حل اور لچک ضروری ہے؛ لچک کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی ہدف بدلے بغیر طریقہ کار میں زمینی ضرورت کے مطابق تبدیلی کی گنجائش رکھی جائے۔ نفاذ کے دوران عوام کو پیش رفت سے آگاہ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ افواہیں اور بے اعتمادی پیدا نہ ہو۔ تجربہ بتاتا ہے کہ جن منصوبوں میں مقامی آبادی اور فرنٹ لائن عملے کو آغاز سے شریک رکھا گیا، ان کا نفاذ نسبتاً ہموار رہا۔

مرحلہ 6: نگرانی، جائزہ اور فیڈبیک

آخری مرحلہ نگرانی اور جائزہ ہے۔ نگرانی کا مقصد پولیس گیری نہیں بلکہ یہ جاننا ہے کہ سرگرمیاں شیڈول اور معیار کے مطابق ہو رہی ہیں یا نہیں۔ مدت کے اختتام پر باقاعدہ جائزہ لیا جاتا ہے کہ اہداف کس حد تک حاصل ہوئے، فی کس فائدہ کتنا ہوا، کون سی کمیاں رہیں اور کیوں رہیں۔ یہ نتائج فیڈبیک کی صورت میں اگلے منصوبے کی بنیاد بنتے ہیں؛

یوں منصوبہ بندی ایک بند دائرہ نہیں بلکہ مسلسل سیکھنے کا عمل بن جاتی ہے۔ جائزے میں صرف کامیابیاں گنوانے کے بجائے ناکامیوں کی وجوہات تسلیم کرنا ہی اداروں کو بہتر بناتا ہے۔ کاغذی تکمیل، مثلاً عمارت بن جانا، کو اصل نتیجہ، مثلاً بچوں کا داخلہ اور سیکھنا، سے الگ ناپنا بھی اسی مرحلے کی اہم ضرورت ہے۔

کامیابی میں قیادت کا کردار

منصوبہ خواہ کتنا ہی عمدہ ہو، اسے زندگی قیادت عطا کرتی ہے۔ قیادت سے مراد یہاں صرف سیاسی سربراہ نہیں بلکہ ہر سطح کے وہ رہنما ہیں جو منصوبے کو آگے لے جاتے ہیں۔ قیادت کا پہلا کردار وژن اور عزم فراہم کرنا ہے؛ جب قیادت اہداف پر خود یقین رکھتی ہے اور ان کا بار بار اعلان کرتی ہے تو پوری مشینری میں سنجیدگی آ جاتی ہے۔ دوسرا کردار رابطہ اور ہم آہنگی ہے، کیونکہ سماجی منصوبے کئی محکموں اور طبقات کے تعاون کے محتاج ہوتے ہیں، اور اختلافات کو میز پر حل کرنا قیادت ہی کا کام ہے۔ تیسرا کردار فیصلہ سازی اور مشکل انتخاب ہے؛ وسائل کی کمی میں ترجیحات پر قائم رہنا، دباؤ کے باوجود بدعنوانی برداشت نہ کرنا اور ناکامی کی ذمہ داری قبول کرنا مضبوط قیادت ہی کر سکتی ہے۔ چوتھا کردار حوصلہ افزائی اور مثال قائم کرنا ہے: ایمان دار، محنتی اور عوام سے جڑی قیادت عملے اور آبادی دونوں میں اعتماد پیدا کرتی ہے، جس کے برعکس کمزور، متذبذب یا خود غرض قیادت بہترین منصوبے کو بھی ناکام بنا دیتی ہے، جبکہ اچھی قیادت اوسط درجے کے منصوبے سے بھی نمایاں نتائج نکال لیتی ہے۔

کامیابی میں وسائل کا کردار

وسائل منصوبہ بندی کی دوسری بنیاد ہیں۔ وسائل کی تین بڑی قسمیں ہیں: مالی وسائل، یعنی بجٹ اور فنڈز؛ انسانی وسائل، یعنی تربیت یافتہ عملہ، ماہرین اور رضاکار؛ اور مادی و تکنیکی وسائل، یعنی عمارتیں، سامان، ذرائع نقل و حمل اور معلومات کا نظام۔ وسائل کا کردار محض مقدار کا نہیں بلکہ تین شرائط سے جڑا ہے۔ پہلی شرط کفایت ہے: ہدف کے مطابق وسائل نہ ہوں تو منصوبہ شروع ہونے سے پہلے ہی ناکامی کی طرف چل پڑتا ہے۔ دوسری شرط بروقت دستیابی ہے: دیر سے جاری ہونے والا بجٹ اکثر مالی سال کے اختتام پر جلدی خرچ کرنے کی خرابی پیدا کرتا ہے اور معیار گر جاتا ہے۔ تیسری شرط درست استعمال ہے: وسائل کا شفاف، ترجیح کے مطابق اور مانیٹرنگ کے ساتھ استعمال ہی اصل کامیابی ہے؛ تاریخ گواہ ہے کہ خطیر رقوم کمزور انتظام کی وجہ سے ضائع ہوئیں، جبکہ محدود وسائل اچھی ترتیب سے دگنا اثر دکھا گئے۔ انسانی وسائل پر خاص توجہ لازم ہے، کیونکہ

تربیت یافتہ اور پرعزم عملہ کم سامان میں بھی اچھا کام کرتا ہے، جبکہ ناخواندہ یا بدعنوان عملہ بھرپور بجٹ بھی بے کار کر دیتا ہے۔ آخر میں مقامی وسائل کی شمولیت، مثلاً برادری کی محنت اور مقامی عطیات، لاگت کم کرنے کے ساتھ ملکیت کا احساس بھی پیدا کرتی ہے جو منصوبے کی پائیداری کی ضمانت بنتا ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ سماجی منصوبہ بندی چھ مربوط مراحل کا عمل ہے — حالت کا جائزہ، اہداف و ترجیحات، پروگرام کی تشکیل، وسائل و اداروں کا انتظام، نفاذ، اور نگرانی و جائزہ۔ ان مراحل کو چلانے والی دو بڑی قوتیں قیادت اور وسائل ہیں۔ قیادت سمت، عزم، ہم آہنگی اور اعتماد دیتی ہے، جبکہ وسائل عملی امکان فراہم کرتے ہیں، بشرطیکہ وہ کافی ہوں، بروقت ملیں اور ایمان داری سے استعمال ہوں۔ کسی ایک کی کمی بھی منصوبے کو کاغذی دستاویز بنا کر رکھ دیتی ہے؛ اور جب دونوں میسر ہوں تو منصوبہ بندی معاشرتی مسائل کے حل کا سب سے منظم اور قابلِ اعتماد راستہ بن جاتی ہے۔

سوال نمبر 4: سماجی ترقی کے مختلف پہلو اور صرف معاشی ترقی سے اس کا فرق (20 نمبر)

سوال نمبر 4: سماجی ترقی (Social Development) کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں اور واضح کریں کہ یہ صرف معاشی ترقی سے کس طرح مختلف ہے۔ (20)

تعارف

ترقی کا لفظ عام بول چال میں اکثر محض آمدنی، صنعت اور عمارتوں کے اضافے کے لیے استعمال ہوتا ہے، مگر عمرانیات میں ترقی کا مفہوم اس سے کہیں وسیع ہے۔ ایک ملک کی فی کس آمدنی بڑھ سکتی ہے، اس کے باوجود اس کے شہری ناخواندہ، بیمار، غیر محفوظ اور مواقع سے محروم رہ سکتے ہیں؛ ایسی حالت کو نمو تو کہا جا سکتا ہے، حقیقی ترقی نہیں۔ سماجی ترقی سے مراد معاشرے کے تمام طبقات کے معیارِ زندگی، فلاح، انصاف، تعلیم، صحت اور سماجی تحفظ میں مجموعی اور منصفانہ بہتری ہے، جس میں ہر فرد کو اپنی صلاحیتیں نکھارنے کا موقع ملے۔ اس تصور نے دنیا بھر میں ترقی کی پیمائش بدل کر رکھ دی ہے، اور اب انسانی ترقی کے اشاریے میں تعلیم اور صحت کو آمدنی کے برابر اہمیت حاصل ہے۔ ذیل میں سماجی ترقی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کی جائے گی اور پھر واضح کیا جائے گا کہ یہ محض معاشی ترقی سے کس طرح مختلف ہے۔

سماجی ترقی کا مفہوم

سماجی ترقی ایک مسلسل اور ہمہ گیر عمل ہے جس کے ذریعے معاشرے کی ساخت اور ادارے اس طرح بہتر ہوتے ہیں کہ لوگوں کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوں، عدم مساوات کم ہو، کمزور طبقات کو تحفظ ملے اور ہر شہری سماجی زندگی میں باعزت شرکت کر سکے۔ اس کی تین پہچان ہیں: پہلی، اس کا مرکز انسان ہے، اعداد نہیں؛ دوسری، اس میں تقسیم کا انصاف شامل ہے، یعنی ترقی کے ثمرات چند ہاتھوں میں سمٹنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچیں؛ تیسری، یہ پائیدار ہوتی ہے، یعنی آنے والی نسلوں کے حقوق اور ماحول کو نقصان پہنچائے بغیر آگے بڑھتی ہے۔ سماجی ترقی محض حکومت کی ذمہ داری نہیں؛ خاندان، برادریاں، غیر سرکاری تنظیمیں اور نجی شعبہ بھی اس عمل میں شریک ہوتے ہیں۔

پہلو(1): تعلیمی اور صحت کا پہلو

تعلیم سماجی ترقی کی بنیاد ہے۔ خواندگی اور ہنر انسان کو روزگار کے قابل بناتے ہیں، اسے اپنے حقوق سے آگاہ کرتے ہیں اور اس کی فیصلہ سازی بہتر کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ ماں بچوں کی صحت، خوراک اور تعلیم میں وہ سرمایہ کاری کرتی ہے جو اگلی نسل کی تقدیر بدل دیتی ہے؛ اسی لیے لڑکیوں کی تعلیم کو سماجی ترقی کا تیز ترین ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح صحت دوسرا بنیادی پہلو ہے: بیماری سے پاک، غذائیت سے بھرپور اور لمبی عمر والی آبادی ہی پیداواری اور خوش حال بن سکتی ہے۔ صاف پانی، ویکسینیشن، زچگی کی سہولتیں اور قابلِ رسائی علاج اسی پہلو کے عملی اجزا ہیں۔ جو معاشرہ تعلیم و صحت میں پیچھے ہو، اس کی معاشی کامیابیاں بھی عارضی ثابت ہوتی ہیں۔

پہلو(2): معاشی فلاح اور سماجی تحفظ کا پہلو

سماجی ترقی میں معاشی پہلو شامل ضرور ہے، مگر اس کی صورت روزگار، مناسب اجرت، غربت میں کمی اور آمدنی کی منصفانہ تقسیم ہے، نہ کہ صرف مجموعی قومی پیداوار کا بڑا ہندسہ۔ اس کے ساتھ سماجی تحفظ کا پہلو جڑا ہے: بڑھاپے، بیماری، معذوری، بے روزگاری یا آفت کی صورت میں شہری کو بے یار و مددگار چھوڑنے کے بجائے وظائف، انشورنس اور امدادی پروگراموں کے ذریعے سہارا دینا۔ پاکستان میں بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام جیسے اقدامات اسی سوچ کی مثال ہیں، جو غریب ترین خاندانوں، خصوصاً خواتین، کو نقد امداد کے ذریعے سماجی تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ رہائش، پینے کا صاف پانی، نکاسی اور بجلی جیسی بنیادی سہولتوں تک رسائی بھی اسی فلاحی پہلو کا حصہ ہے، کیونکہ باعزت زندگی کے لیے یہ سہولتیں محض آسائش نہیں بلکہ ضرورت ہیں۔

پہلو(3): حقوق، مساوات اور شرکت کا پہلو

سماجی ترقی کا تیسرا پہلو حقوق اور مساوات ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں، خواتین کو تعلیم، روزگار، وراثت اور فیصلوں میں حصہ ملے، اقلیتوں کو مذہبی و شہری حقوق حاصل ہوں، بچوں کو مشقت اور استحصال سے تحفظ ملے اور معذور افراد زندگی میں شرکت کے قابل ہوں۔ چوتھا پہلو سیاسی و ادارہ جاتی شرکت ہے: لوگوں کا مقامی حکومت، کمیونٹی تنظیموں اور قومی فیصلوں میں آواز رکھنا ترقی کو باہر سے تھوپی ہوئی چیز کے بجائے اپنا عمل بناتا ہے۔ پانچواں پہلو ثقافتی و اخلاقی ہے: سماجی اقدار میں ایمان داری، برداشت، قانون پسندی اور اجتماعی بھلائی کا مضبوط ہونا بھی ترقی ہے، کیونکہ یہی اقدار اداروں کو چلاتی ہیں۔ چھٹا پہلو ماحولیاتی ہے: صاف ہوا و پانی اور موسمیاتی خطرات سے حفاظت آنے والی نسلوں کے لیے ترقی کی حفاظت ہے۔ یوں سماجی ترقی تعلیم و صحت سے لے کر انصاف، شرکت اور ماحول تک ایک مکمل تصویر کا نام ہے۔

سماجی ترقی صرف معاشی ترقی سے کیسے مختلف ہے؟

معاشی ترقی یا نمو کا پیمانہ عموماً قومی پیداوار، فی کس آمدنی، صنعتی پیداوار اور برآمدات ہوتے ہیں۔ یہ پیمانے مفید ہیں مگر نامکمل، کیونکہ یہ بتاتے ہیں کہ دولت کتنی پیدا ہوئی، یہ نہیں بتاتے کہ وہ تقسیم کیسے ہوئی، لوگوں کی زندگی کیسی ہے اور مستقبل کتنا محفوظ ہے۔ درج ذیل جدول اس فرق کو واضح کرتی ہے:

جدول 1: صرف معاشی ترقی اور سماجی ترقی کا فرق

پہلو	صرف معاشی ترقی	سماجی ترقی
مرکز	پیداوار، آمدنی اور بازار	انسان اور اس کی فلاح
کامیابی کا پیمانہ	قومی پیداوار اور فی کس آمدنی کا اضافہ	تعلیم، صحت، انصاف، تحفظ اور معیارِ زندگی کی بہتری
تقسیم	ثمرات مخصوص طبقات تک محدود رہ سکتے ہیں	ثمرات کی منصفانہ اور وسیع تقسیم مقصود ہے
دائرہ	محدود؛ معیشت کے شعبے تک	ہمہ گیر؛ تعلیم، صحت، حقوق، ثقافت، ماحول سب شامل
وقت کا تناظر	اکثر قلیل مدتی اعداد	طویل مدتی اور نسلوں تک پائیدار بہتری
مثال	آمدنی بڑھے مگر اسکول و اسپتال نہ بنیں	عام شہری پڑھا لکھا، صحت مند اور محفوظ ہو

حقیقی زندگی میں یہ فرق کئی ملکوں کے تجربے میں نظر آتا ہے: جہاں تیل یا صنعت سے آمدنی اچانک بڑھی مگر تعلیم، صحت اور ادارے پیچھے رہے، وہاں خوش حالی چند طبقات اور چند دہائیوں تک محدود رہی۔ اس کے برعکس جن معاشروں نے آمدنی کے ساتھ انسانی سرمایہ کاری کی، وہاں ترقی نے جڑیں پکڑ لیں۔ پاکستان کے لیے سبق واضح ہے: ہماری منصوبہ بندی کو صرف بجٹ کے حجم اور نمو کی شرح سے نہیں بلکہ اس سے ناپا جانا چاہیے کہ عام آدمی کے بچے اسکول جانے لگے یا نہیں، علاج قابلِ رسائی ہوا یا نہیں، اور غریب خاندان کو سماجی تحفظ ملا یا نہیں۔ انسانی ترقی کا اشاریہ بھی اسی سوچ کو ظاہر کرتا ہے کہ آمدنی، تعلیم اور متوقع عمر تینوں مل کر ہی ملک کی اصل حالت بتاتے ہیں۔ آخر میں یہ بھی نوٹ رہے کہ دونوں دشمن نہیں ہیں؛ معاشی نمو سماجی ترقی کے لیے وسائل فراہم کرتی ہے اور سماجی ترقی پڑھی لکھی، صحت مند افرادی قوت دے کر نمو کو پائیدار بناتی ہے۔ فرق صرف مقصد اور پیمانے کا ہے: سماجی ترقی میں معیشت مقصد نہیں، انسان کی فلاح کا ذریعہ ہے۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ سماجی ترقی ایک ہمہ گیر عمل ہے جس کے پہلوؤں میں تعلیم، صحت، فلاح و سماجی تحفظ، حقوق و مساوات، عوامی شرکت، ثقافتی بہتری اور ماحولیاتی تحفظ سب شامل ہیں۔ یہ صرف معاشی ترقی سے اس لیے مختلف ہے کہ اس کا مرکز اعداد نہیں بلکہ انسان ہے، اس کا سوال صرف "کتنا پیدا ہوا" نہیں بلکہ "کس کے لیے پیدا ہوا اور زندگی کیسی بدلی" بھی ہے۔ پائیدار ترقی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب معاشی نمو کو آگے بڑھاتے ہوئے اس کے ثمرات تعلیم، صحت اور انصاف کے ذریعے ہر شہری تک پہنچائے جائیں۔

سوال نمبر 5: ریاست، غیر سرکاری تنظیموں اور افراد کا کردار — تقابلی جائزہ (20 نمبر)

سوال نمبر 5: ریاست، غیر سرکاری تنظیموں اور افراد کے کردار کا تقابلی جائزہ پیش کریں اور وضاحت کریں کہ سماجی مسائل کے حل میں باہمی تعاون کیوں ضروری ہے۔ (20)

تعارف

سماجی مسائل، خواہ وہ غربت ہوں یا ناخواندگی، صحت کی کمی ہو یا منشیات، اتنے بڑے اور بکھرے ہوئے ہیں کہ کوئی ایک فریق تنہا ان کا حل نہیں نکال سکتا۔ ریاست کے پاس اختیار اور وسائل ہیں مگر اس کی رسائی اور لچک محدود ہے؛ غیر سرکاری تنظیمیں زمینی تجربہ اور مہارت رکھتی ہیں مگر ان کے وسائل اور اختیار محدود ہیں؛ افراد اور برادریاں مسئلے کو سب سے قریب سے جانتے ہیں مگر اپنے محدود ذرائع سے بڑی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ اسی لیے جدید سماجی منصوبہ بندی تینوں فریقوں کے کردار کو تکمیلِ باہمی کے اصول پر دیکھتی

ہے۔ ذیل میں ریاست، غیر سرکاری تنظیموں اور افراد کے کردار کا انفرادی جائزہ، پھر ان کا تقابلی جائزہ اور آخر میں یہ وضاحت پیش کی گئی ہے کہ مسائل کے حل میں ان کا باہمی تعاون کیوں ضروری ہے۔

ریاست کا کردار

ریاست سماجی مسائل کے حل میں مرکزی ستون ہے۔ اس کا کردار کئی صورت قانون سازی اور پالیسی ہے: صرف ریاست قانون بنا کر پورے ملک میں یکساں ضابطے نافذ کر سکتی ہے، مثلاً لازمی تعلیم، بچوں کی مشقت کی ممانعت یا خواتین کے تحفظ کے قوانین۔ دوسری صورت بڑے پیمانے کی خدمات ہیں: اسکولوں و اسپتالوں کے جال، سڑکیں، پانی و بجلی اور سماجی تحفظ کے قومی پروگرام اتنے بڑے خرچ اور تنظیم مانگتے ہیں جو کسی اور فریق کے بس کی نہیں۔ تیسری صورت وسائل کی منصفانہ تقسیم ہے؛ ریاست ٹیکس کے ذریعے وسائل اکٹھے کر کے انہیں پسماندہ علاقوں اور غریب طبقات کی طرف موڑ سکتی ہے۔ چوتھی صورت نگرانی اور ضابطہ ہے تاکہ نجی اور رضاکار شعبے کا کام معیار اور قانون کے اندر رہے۔ تاہم ریاست کی حدود بھی واضح ہیں: نوکر شاہی کی سستی، بدعنوانی، سیاسی مداخلت اور زمینی حقائق سے دوری اکثر اچھے پروگراموں کی تاثیر کم کر دیتی ہے، اور سرکاری مشینری ہر گلی محلے کی نازک ضرورت کو اکثر محسوس نہیں کر پاتی۔

غیر سرکاری تنظیموں کا کردار

غیر سرکاری تنظیمیں، جنہیں این جی اوز کہا جاتا ہے، ریاست اور عوام کے درمیان پل کا کام کرتی ہیں۔ ان کا پہلا کردار زمینی رسائی اور لچک ہے: وہ چھوٹے علاقوں میں تیزی سے کام شروع کر سکتی ہیں، نئے طریقے آزما سکتی ہیں اور ناکامی پر رخ بدل سکتی ہیں، جو بڑی سرکاری مشینری کے لیے مشکل ہوتا ہے۔ دوسرا کردار مخصوص مہارت ہے: صحت، تعلیم، مائیکرو فنانس، آفات میں امداد یا خواتین کی تربیت جیسے شعبوں میں بہت سی تنظیمیں دہائیوں کا تجربہ رکھتی ہیں؛ ایدھی فاؤنڈیشن کی امدادی خدمات، آغا خان اور دیہی سپورٹ پروگراموں کا تنظیمی ماڈل اور شہر و دیہات میں چلنے والے بے شمار تعلیمی و فلاحی ادارے اسی کردار کی مثالیں ہیں۔ تیسرا کردار آگاہی اور وکالت ہے: تنظیمیں مسائل پر تحقیق، میڈیا مہم اور پالیسی سازوں سے مکالمہ کر کے عوامی رائے اور قانون سازی کو متاثر کرتی ہیں۔ چوتھا کردار ریاست کی تکمیل اور نگرانی ہے؛ وہ ان خلا کو پُر کرتی ہیں جہاں

سرکارنہ پہنچی ہو اور سرکاری پروگراموں پر عوامی فیڈبیک بھی پہنچاتی ہیں۔ ان کی کمزوریاں بھی نوٹ کی جائیں: فنڈز کا انحصار عطیہ دہندگان پر، محدود جغرافیائی دائرہ، منصوبوں کا تسلسل نہ رہنا اور کبھی کبھار شفافیت کے سوالات ان کی ساکھ کو متاثر کرتے ہیں۔

افراد اور برادری کا کردار

تیسرا فریق فرد اور اس کی برادری ہے، جسے اکثر سب سے اہمیت دی جاتی ہے حالانکہ ہر تبدیلی کا آغاز اور انجام یہیں ہوتا ہے۔ فرد کا پہلا کردار خود تبدیلی کا آغاز ہے: پڑھنا لکھنا، صحت کے اصول اپنانا، بچوں کو اسکول بھیجنا، قانون کی پابندی اور منشیات سے پرہیز جیسے فیصلے ریاست یا تنظیمیں فرد کی جگہ نہیں لے سکتیں۔ دوسرا کردار رضاکارانہ شرکت ہے: خون کا عطیہ، محلے کی کمیٹی، رفاہی کاموں میں وقت و عطیہ اور آفت کے وقت پڑوسی کی مدد اسی زمرے میں آتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں زکاۃ، صدقے اور وقف کی روایت فرد اور برادری کے فلاحی کردار کی پرانی اور مضبوط بنیاد ہے۔ تیسرا کردار نگرانی اور جواب طلبی ہے: باشعور شہری اپنے علاقے کے اسکول، اسپتال اور ترقیاتی کام پر نظر رکھے تو بدعنوانی کم ہوتی ہے۔ چوتھا کردار ووٹ اور نمائندگی کے ذریعے ریاست کی سمت متعین کرنا ہے۔ فرد کی کمزوری یہ ہے کہ اس کا دائرہ اکثر محدود ہے؛ اس کے وسائل بھی تھوڑے اور رسائی بھی مختصر ہوتی ہے، اس لیے اس کا کردار اجتماعی شکل اختیار کر کے ہی بڑے نتائج دیتا ہے۔

تقابلی جائزہ

تینوں فریقوں کے کردار کا تقابلی خلاصہ درج ذیل جدول میں پیش کیا گیا ہے:

جدول 1: ریاست، غیر سرکاری تنظیموں اور افراد کے کردار کا موازنہ

پہلو	ریاست	غیر سرکاری تنظیمیں	افراد / برادری
بنیادی طاقت	قانون، اختیار اور بڑے وسائل	مہارت، لچک اور زمینی رسائی	قربت، اعتماد اور رضاکارانہ جذبہ
دائرہ کار	پورا ملک، عمومی پالیسی	منتخب علاقے و شعبے	خاندان، محلہ اور مقامی سطح
نمایاں خدمات	قوانین، بڑے ادارے، سماجی تحفظ	منصوبے، تربیت، آگاہی، وکالت	عطیات، رضاکاری، نگرانی، طرزِ زندگی کی تبدیلی

کمزوری	سستی، بدعنوانی، زمین سے دوری	محدود و ناپائیدار فنڈز، محدود دائرہ	محدود وسائل، تنظیم کی کمی

جدول واضح کرتا ہے کہ تینوں میں سے کوئی بھی خود کفیل نہیں۔ ریاست پیمانہ اور اختیار دیتی ہے مگر حساسیت کم ہوتی ہے؛ تنظیمیں حساسیت اور مہارت دیتی ہیں مگر پیمانہ چھوٹا ہوتا ہے؛ اور افراد وہ قبولیت و تسلسل دیتے ہیں جس کے بغیر کوئی منصوبہ جڑ نہیں پکڑتا۔ یہ فرق تنازعے کی وجہ نہیں بلکہ تقسیمِ کار کی فطری بنیاد ہے۔

باہمی تعاون کیوں ضروری ہے؟

باہمی تعاون کی ضرورت کئی وجوہات سے ہے۔ پہلی وجہ مسئلے کی نوعیت ہے: مثلاً ناخواندگی کے حل کے لیے اسکول ریاست نے بنانا ہے، مگر بچوں کو گھروں سے نکال کر داخل کرانا تنظیموں کی آگاہی مہم اور والدین کے فیصلے کے بغیر ممکن نہیں؛ تینوں میں سے ایک بھی غائب ہو تو زنجیر ٹوٹ جاتی ہے۔ دوسری وجہ وسائل کا مجموعہ ہے: ریاست کا بجٹ، تنظیموں کی مہارت و عطیات اور برادری کی محنت و عطیات مل کر وہ مجموعہ بناتے ہیں جو الگ الگ ناکافی رہتا ہے۔ تیسری وجہ اعتماد اور قبولیت ہے: مقامی لوگ باہر کے سرکاری منصوبے پر اکثر شک کرتے ہیں، مگر جب ان کی اپنی تنظیمیں اور افراد اس میں شریک ہوں تو قبولیت بڑھ جاتی ہے، جیسا کہ پولیو مہمات کے تجربے نے سکھایا کہ مقامی و مذہبی شخصیات کی شمولیت سے انکار کرنے والے خاندانوں کا رویہ بدلا۔

چوتھی وجہ احتساب اور شفافیت کی باہمی جانچ ہے: تنظیمیں اور شہری سرکاری کام کی نگرانی کرتے ہیں، ریاست تنظیموں کے مالی نظم کو قانون کے تابع رکھتی ہے، اور یوں دونوں طرف بدعنوانی کے مواقع کم ہوتے ہیں۔ پانچویں وجہ پائیداری ہے: سرکاری پروگرام حکومت بدلنے سے اور تنظیموں کے منصوبے فنڈ ختم ہونے سے رک سکتے ہیں، مگر جس کام میں برادری شریک ہو وہ مقامی ملکیت بن کر جاری رہتا ہے۔ چھٹی وجہ ہنگامی حالات ہیں: سیلاب اور زلزلوں میں دیکھا گیا ہے کہ ریاست کی مشینری، تنظیموں کی ٹیمیں اور عوام کے عطیات و رضاکار ساتھ چلیں تو امداد تیز اور منظم ہوتی ہے۔ تعاون کی عملی صورتیں شراکت داری کے معاہدے، مشترکہ کمیٹیاں، عوامی مشاورت، اور معلومات کا تبادلہ ہیں۔ البتہ تعاون کامیاب تبھی ہوتا ہے جب کردار واضح ہوں، کوئی فریق دوسرے کا متبادل ہونے کا دعویٰ نہ کرے اور سب کا مقصد شہرت کے بجائے مسئلے کا حل ہو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ سماجی مسائل کے حل میں ریاست اختیار، قانون اور بڑے وسائل فراہم کرتی ہے، غیر سرکاری تنظیمیں مہارت، لچک اور زمینی رسائی مہیا کرتی ہیں، اور افراد و برادریاں قبولیت، شرکت، عطیات اور تسلسل عطا کرتی ہیں۔ تینوں کے کردار ایک دوسرے سے مختلف مگر ایک دوسرے کے لیے ضروری ہیں۔ باہمی تعاون وسائل کو جمع کرتا ہے، خامیوں کی تلافی کرتا ہے، اعتماد اور احتساب بڑھاتا ہے اور حل کو پائیدار بناتا ہے۔ اس لیے پائیدار سماجی ترقی کا آزمودہ فارمولا یہی ہے: پالیسی ریاست کی، مہارت تنظیموں کی اور ملکیت عوام کی۔

USMAN NOTES www.usmannotes.com